خلافت کا قیام ایک اہم ترین فریضہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں خلیفہ کون؟

خلافت و سیاست کا شرعی مفہوم یا باالفاظ دیگر امام عادل اور خلیفہ سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت شرعی طور پر یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من امر بالمعروف او نهی عن المنكر فهو خليفة اللّٰہ فی ارضہٖ وخليفةِ رسولہٖ وخليفةِ كتابہٖ“ (الجامع لاحکام القرآن، ج: ۱۱، ص: ۳۳۱)

جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنک کرتا ہے وہ (ہی) زمین میں اللہ کا، اس کے رسول کا اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے"۔

صحابہ کرام کی نظر میں خلیفہ کون ؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”قال علی الامام انما جعل لیقیم الناس الصلوة ویاخذ صدقاتھم ویقیم حدودھم یمضی احکامھم ویجاھد عدوھم وھذہ کلھا عقود ولایخاطب بھا من لم یبلغ او من لا یعقل“ (ازالۃ الخفاء عن الخلافۃ الخلفاء، ج: ١ ص: ٢٢۶)

"حضرت علی ضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: امام (خلیفہ) اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ نظام صلوة کو قائم کرے، صدقات وصول کرے، حدود (اللہ) قائم کرے، احکام (شریعہ) کا نفاذ کرے اور دشمنوں سے جہا د کرے۔ یہ تمام امور عقود (معاملات) ہیں اور ان کا مخاطب نابالغ اور غیر عاقل نہیں ہے“۔

"حضرت عمر سے مروی ہے کہ: انہوں نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت کعب اور حضرت سلمان سے سوال کیا کہ: خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے ؟ حضرت طلحہ و زبیر نے فرمایا ہم نہیں جانتے، پھر حضرت سلمان نے فرمایا:

خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے اور ان کے درمیان مال برابر کی تقسیم کرے اور لوگوں پر ایسی شفقت کرے جیسی کوئی اپنے گھر والوں پر کرتا ہے اور اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے"۔ (ازالۃ الخفاء عن الخلافۃ الخلفاء جلد دوم)

خلیفہ فقہاء کی نظر میں:

علامہ آلوسی رحمہ اللہ سورة البقرة کی آیت (اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الاَرْضِ خَلِیْفَۃ) ”ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ومعنی کونہ (خلیفۃ) انہ خلیفہ اللہ تعالیٰ فی ارضہ وکذا کل نبی استخلفھم فی عمارة الارض وسیاسۃ الناس وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہ فیھم لالحاجۃ بہ تعالیٰ “ (روح المعانی، تفسیر سورة البقرة)

"خلیفہ کے معنی یہ ہے کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ و نائب ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو زمین کی آبادی، انسانوں کی سیاست (نظم و نسق) کرنے، ان کے نفوس کی تکمیل

کرنے اور ان کے اندر اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کے لئے اپنا نائب بنایا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا محتاج ہے"۔

امام بغوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’والصحیح انہ خلیفۃ اللّٰہ فی ارضہ لاقامۃ احکامہ وتنفیذ قضایاہ‘‘۔ (تفسیر البغوی، ج: ۱ ص: ٦٠)

"صحیح قول یہ ہے کہ آدم (انسان) اللہ کا خلیفہ ہے زمین میں اس کے احکام قائم کرنے اور اس کے فیصلوں کو نافذ کرنے کے لئے"۔

امام الحرمین خلیفہ کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’فالقول الکلی ان الغرض استبقاء قوائد الاسلام طوعا وکرھاوالمقصد الدین‘‘ (ازالۃ الخفاء عن الخلافۃ الخلفاء، ج: ۲، ص: ۲۲۲)

"کلی بات یہ ہے کہ غرض طوعاً وکرھاً قواعد اسلام کی بقاء ہے اور مقصد دین کا قیام ہے"۔

خلافت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور جانشینی کا نام ہے:

امام الماروی فرماتے ہیں:

’’الامامۃ موضوعۃ لخلافۃ البنوۃ فی حراسۃ الدین و سیاسۃ الدنیا بہ‘‘ (الاحکام السلطانیۃ)

"امامت (یا خلافت) دین کی حفاظت کرنے اور اس کے ذریعے دنیاوی امور کی تدبیر اور نظم و نسق کرنے میں نبوت کی نیابت ہے"۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

’’فھی فی الحقیقۃ خلافۃ عن صاحب الشرع فی حراسۃ الدین وسیاسۃ الدنیا بہ‘‘ (مقدمۃ ابن خلدون)

"درحقیقت خلافت دین کی حفاظت کرنے اور اس کے ذریعے دنیوی امور کی تدبیر اور نظم و نسق

کرنے میں صاحب شریعت (رسول اللہ) کی نیابت اور جانشینی کا نام ہے"۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں:

’’ان الامۃ واجب علیھا الانقیاد لامام عادل یقیم فیھم احکام اللہ ویسوسھم باحکام الشریعۃ التی اتیٰ بھا رسول اللّٰہ‘‘۔ (غیاثی ص: ۱۸۳)

"یعنی امت پر عادل خلیفہ کی فرمانبرداری لازم ہے جو ان میں احکام الٰہی کو قائم کرتا ہے اور احکام شرعیت جو رسول اللہ لائے ہیں، ان کے نفاذ کا انتظام کرتا ہے"۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’الخلافۃ ہی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لاقامۃ الدین باحیاء العلوم الدینیۃ واقامۃ ارکان الاسلام والقیام بالجہاد وما یتعلق بہ من ترتیب الحیوش والفرض للمقاتلہ واعطاھم من الفئ والقیام بالقضاء واقامۃ الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابۃ عن النبی ﷺ‘‘۔ (ازالۃ الخفاء عن الخلافۃ الخلفاء، ج: ۱، ص: ۱۷)

"خلافت عامہ وہ ریاست عامہ ہوتی ہے جو رسول اللہ نیابت و جانشینی کرتے ہوئے عملاً اقامت دین کے لئے حاصل ہوئی ہو یعنی علوم دینیہ کا احیاء، ارکان اسلام کی اقامت، جہاد اور متعلقات جہاد کا قیام جیسے افواج کی ترتیب، مجاہدین کے وظائف دینا، مال غنیمت کی تقسیم، نظام عدالت کا قیام، حدود (شریعہ) کا اجراء، مظالم کو دور کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا شامل ہیں"۔

زمین کی خوشحالی خلافت سے وابستہ ہے:

جب حکومت اس شرعی معنی و مفہوم کے ساتھ قائم ہو تو وہ ’’خلافت‘‘ کہلاتی ہے اور حاکم ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ حکومت کررہا ہوں تو وہ خلیفہ اور امام عادل قرار پاتا ہے اور ایسے وقت کے بارے میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہﷺیوم من امام عادل افضل من عبادۃ ستین سنۃ وحد یقام فی الارض بحقہ ازکی فیھا من مطر اربعین عاما)) (الطبرانی فی الکیر والاوسط،مجمع

الزوائدج:۵ص:۱۹۷،وفیہ سعد ابو غیلان الشیبانی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

"مام عادل کا ایک دن افضل ہے ستر سال کی عبادت سے اور زمین پر ایک حد کا قیام چالیس سالوں کی بارش سے زیادہ خوشحالی کا باعث ہے‘‘۔

خلیفہ کے بغیر موت جاہلیت کی موت ہے:

من مات والیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

"و شخص اس حال میں مر ا کہ اس کی گردن میں (کسی خلیفہ کی) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

((من مات ولیس علیہ امام مات میتۃ جاہلیۃ)) (کتاب السنۃ ؛ ج: ۲، ص: ۵۰۳)

"شخص اس حال میں مرا کہ اس پر اس پر کوئی امام (خلیفہ) نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات کلیۃ واضح ہے کہ رسول اللہﷺ نے خلیفہ کی بیعت کو فرض قرار دے دیا ہے اور خلیفہ کی بیعت اس کے تقرر کے بغیر نہیں ہوسکتی لہذا خلیفہ کا تقرر مسلمانوں پر فرض ہے۔ چناچہ امام نووی رحمہ اللہ س حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

’’ای علم صفت موتھم من حیث ھم فرضی لا امام لھم‘‘ (شرح النووی للصحیح المسلم، کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین)

"یعنی وہ کفار کی موت کی صفت پر مرا۔ اس حیثیت سے کہ وہ بغیر کسی امام کے ہیں اور ان کا کوئی امام نہیں"۔

ان احادیث مبارکہ کی روشنی یہ تلخ حقیقت تسلیم کرنے پڑتی ہے کہ مسلمانوں کی عظیم اکثریت چاہے وہ اپنی ذات میں کتنی ہی نیک اور صالح کیوں نہ ہو، اجتماعی لحاظ سے کم از کم جاہلیت کی صفت پر اس دنیا سے رخصت ہورہی ہے۔

سفر بغیر امیر کے جائز نہیں:

رسول اللہ نے حالت سفر میں بھی جبکہ تعداد کتنی قلیل ہی کیوں نہ ہو، امیر کے تقرر کو لازمی قرار دیا ہے

((اذا خرج ثلا ثہ فی سفر فلیؤ مروا احدہم)) (سنن ابی داود کتاب الجہاد باب ۸۷)

"جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو انہیں چاہیے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں"۔

((لایحل لثلا ثہ یکونون بفلاۃ من الارض الاامروا علیھم احدھم)) (سنن ابی داود کتاب الجہاد باب ۸۷)

"نہیں ہے حلال تین آدمیوں کے لئے جو کسی خطہء زمین میں (سفر میں) ہوں مگر یہ کہ وہ اپنے اوپر ایک امیر مقرر کرلیں"۔

لہذا مسلمانوں کے لئے ایک امیر کا تقرر بطریق اولیٰ فرض قرار پایا۔ امام ابن تیمیہ مندرجہ بالا احادیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”فقد اوجب صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ تأمر الواحد فی الاجتماع القلیل العارض فی السفرمنبھاًبذلک علیٰ سائر انواع الاجتماع۔۔۔۔فاذا وجب فی اقل الجماعات واقصر الاجتماعات ان یولی احدھم کان ھذا تنبیھاًعلی وجوب ذالک فیما ھواکثر من ذلک“۔ (السیاسۃ الشرعیۃ، ص: ١٦١)

"رسول اللہ نے قلیل اجتماعیت جو سفر میں پیش آجائے، اس میں امیر بنانے کو واجب قرار دیتے ہوئے اجتماعیت کی تمام اقسام پر تنبیہ فرمائی ہے۔ جب چھوٹی سی جماعت اور انتہائی کم اجتماع میں کسی ایک کو امیر بنانا واجب ہے تو یہ اس سے بڑی اجتماعیت میں، اس کے وجوب پر تنبیہ ہے"۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب تین آدمیوں کے سفر میں نکلنے کی صورت میں امیر مقرر کئے بغیر نکلنا حلال اور جائز نہیں تو پوری امت کے اجتماعی معاملات کو سنبھالنے کے لئے ایک امیر (خلیفہ) کا تقرر کرنا کتنا بڑا فرض ہوگا؟؟

واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے:

علماء اصولیین کے ہاں شرعی قاعدہ کلیہ ہے جس کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان الفاظ میں نقل کیا کہ:

''مقدمۃ الواجب واجبۃ'' (ازالۃ الخفاء عن الخلافۃ الخلفاء، ج: ۱، ص: ۲۲۸)

"واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے"۔

اور جس کو امام ابن تیمیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

کیونکہ اصول یہ ہے کہ (مَالَا يَتِمُّ الْوَاجَبُ اِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبْ) ''جس معاون چیز کے ساتھ کسی واجب کی ادائیگی ہوتی ہے وہ کام بھی واجب ہے''۔ (مجموع الفتاویٰ : ۲۸/۲۵۹)

چناچہ علامہ تفتازانی حنفی فرماتے ہیں:

"ان الشارع امر باقامۃ الحدود وسد الثغور وتجهیزالجیوش للجهاد وکثیر من الامور المتعلقۃ بحفظ النظام وحمایۃ بیضۃ الاسلام ممالایتم الابالامام وما لا یتم الواجب المطلق الا بہ وکان مقدورا فهو واجب"۔
(شرح المقاصد؛ ج: ۵، ص: ۵۳٦)

"شارع نے حدود (اللہ) کے قائم کرنے، سرحدوں کے حفاظت، جہاد کے لئے لشکر کو تیار کرنے اور بہت سے ایسے امور کا حکم دیا ہے جو نظام کی حفاظت اور مرکز اسلام کے تحفظ سے متعلق ہیں، جوکہ امام (خلیفہ) کے بغیر ادا نہیں ہوسکتے اور جو مطلق فریضہ جس چیز کے

بغیر پورا نہیں ہوسکتا تو وہ چیز از خود واجب ہوجاتی ہے"۔

فرضیت خلافت صحابہ کرام کی نظر میں:

رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر جو خطبہ دیا تھا، اس میں فرمایا:

''الا انّ محمد قد مات ولا بدّ لہذا الدین ممن یقوم بہ'' (مواقف۔۔۔الرابع بحوالہ اسلام کا سیاسی نظام)

"سنو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے ہیں اور اس دین کے لئے ایسا شخص (خلیفہ) ہونا ضروری ہے جو اسے قائم کرے"۔

حضرت ابوبکر کا لفظ ''لابدّ'' استعمال کرنا دراصل اس کی فرضیت کی طرف اشارہ کررہا ہے اور سامعین صحابہ میں سے کسی ایک نے اس اصول سے اختلاف نہیں کیا اور ان کا سکوت اجماع کے مترادف ہے اور اسی پر اہل سنت والجماعت کا متواتر اجماع چلا آرہا ہے۔

امام احمد بن حجر الہیثمی فرماتے ہیں:

"اعلم ایضاً ان الصحابۃ اجمعوا علی ان نصب الامام بعد انقراض زمن النبوۃ واجب بل جعلوھا اھم الواجبات حیث اشتغلوا بہ عن دفن رسول اللّٰہﷺ''۔ (الصواعق المحرقۃ؛ ص۷)

"یعنی یہ بھی جان لیجئے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد صحابہ کرام کا امام کے تقرر کے واجب پر اجماع ہوچکا ہے بلکہ انہوں نے اسے بڑے فرائض میں سے قرار دیا ہے یہاں تک کہ اس کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے اور رسول اللہ کی تدفین کو مؤخر کردیا''۔

علامہ علاؤ الدین الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ونصبہ اھم الواجبات فلذا قدموہ علٰی دفن صاحب المعجزات"۔ (درمختار برحاشیۃ الشامی، ج: ۱، ص: ۵۱۱)

"خلیفہ کا تقرر اہم ترین فرائض میں سے ہے اسی لئے صحابہ کرام نے اس کو رسول اللہ کی تدفین پر مقدم رکھا"۔

خلیفہ کا تقرر اجماع سے ثابت ہے:

اسی لئے ملا علی قاری شرح الفقہ الاکبر میں فرماتے ہیں:

"فقد اجمعوا علی وجوب نصب الامام"۔ (شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۴۶)

"آئمہ کرام کا اجماع ہے کہ امام کا تقرر واجب ہے"۔

علامہ تفتازانی حنفی فرماتے ہیں:

"وقد ذکر فی کتبنا الفقهية انہ لابد للامة من امام یحي الدین وقیم السنة وینتصف للمظلومین ویستوفی فی الحقوق ویضعها مواضعها۔" (شرح المقاصد؛ ج: ۵، ص: ۲۳۵)

"ہماری فقہی کتابوں میں یہ بات مذکور ہے کہ امت کے لئے ایسے امام کا وجود لازم ہے جو دین کا احیاء کرے، سنت (رسولﷺ) کو قائم کرے ، مظلوموں کو انصاف دلائے، حقوق لے کر ان کے مستحقین کو دے"۔

چناچہ امام قرطبی سورۃ البقرۃ کی آیت ﴿انی جاعل فی الارض خلیفة﴾ ’’ضرور میں بنائوں گا زمین میں ایک نائب‘‘ کی تفسیر میں لکھتے ہیں؛ "ھذہ الایة اصل فی نصب امام وخلیفة یسمع لہ ویطاع لتجتمع بہ الحکم وتنفذبہ احکام الخلیفة ولایخاف فی وجوب ذلک بین الامة ولا بین الأئمة‘‘۔ (الجامع لاحکام القرآن؛ ج:۱، ص: ۱۵۲)

"یہ آیت امام و خلیفہ کے تقرر (کی فرضیت) کے بارے میں قاعدہ کلیہ (یعنی نص) کی حیثیت رکھتی ہے۔ (اس کا تقاضہ یہ ہے کہ) ایسا امام ہو جس کی بات سنی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے تاکہ کلمہ (اسلام کی شیرازہ بندی) اس سے مجتمع رہے اور خلیفہ کے احکام نافذ ہوں۔ امت اور آئمہ و فقہاء میں خلیفہ کے تقرر کے واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں‘‘۔

تین دن سے زیادہ خلیفہ کی عدم موجودگی جائز نہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد جس میں آپ سخت مجروح ہوگئے تھے، اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لئے چھ افراد پر مشتمل شوریٰ بناتے ہوئے فرمایا:

"فاذا متّ فتشاوراثلا ثة ایام ولا یاتینّ الیوم الرابع الاوعلیکم امیر منکم"۔ (تاریخ الطبری بحوالہ الامامة العظمٰی)

"جب میں فوت ہوجائوں تو تین دن تک مشورہ کرو اور چوتھا دن نہ آنے پائے کہ تمہارے اوپر ایک امیر ہو"۔

امام ابن حزم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولایجوز التردد بعد موت الامام فی اختیار الامام اکثر من ثلاث"۔ (المحلی لابن حزم؛ ج: 1، ص: 35)

"امام (خلیفہ) کی وفات کے بعد نئے خلیفہ کے منتخب کرنے میں تین دن سے زیادہ تذبذب و تاخیر جائز نہیں"۔

قاضی ابویعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلولا ان الامامۃ واجبۃ لما ساغت تلک المحاورۃ والمناظرۃ علیہا"۔ (الاحکام السلطانیۃ لابن ابی یعلی، ص: ۳)

"اگر امامت کا قیام واجب نہ ہوتا تو (رسول اللہ کی تدفین سے پہلے) اس پر (سقیفہ بنی ساعدۃ میں باہم گفتگو اور مناظرہ نہ ہوتا"۔

حج و عیدین کے ادائیگی خلافت کی ادائیگی سے مشروط:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"ولان اللّٰہ تعالیٰ اوجب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر ولا یتم ذلک الابقوۃ وامارۃ وکذلک سائر ما اوجبہ من الجھاد والعدل واقامۃ الحج والجمع والاعیاد ونصر المظلوم واقامۃ الحدود لا تتم الا بالقوۃ والامارۃ"۔ (مجموعۃ فتاویٰ ابن تیمیہ؛ ج: 28، ص: 390)

"اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے اور یہ طاقت و امارت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام وہ احکام جن کو اللہ نے واجب کیا ہے یعنی جہاد، عدل کا قیام، حج و جمعہ و عیدین کی اقامت، مظلوم کی مدد اور اقامت حدود (اللہ)، طاقت و امارت کے بغیر پورے نہیں ہوتے ہیں"۔

امام نسفی فرماتے ہیں:

"والمسلمون لابد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکامھم واقامۃ حدودھم وسد ثغورھم وتجھیز جیوشھم واخذ

صدقا تهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمعة والاعياد‘‘۔ (شرح العقائد النسفية 103 ۔ شامی، ج: 2، ص: 280)

’’مسلمانوں کے لئے ایسے امام کا ہونا ناگزیر ہے جو احکامات (شرعیہ) کو نافذ کرے، حدود اللہ کو قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، صدقات وصول کرے، سرکشو ں، چوروں اور ڈاکوئوں پر قابو پائے اور جمعہ و عیدین کو قائم کرے‘‘۔

جس فریضہ کی عدم ادائیگی پر اقامت حج اور اقامت جمعہ و عیدین فقہاء کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی اور جس کی ادائیگی اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے مشروط ہے۔ جیسا کہ فقہاء کرام جمعہ کی نماز کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے ’’مصر‘‘ کی شرط لگاتے ہیں اور ’’مصر‘‘ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"المصر وهو كل موضع له أمير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود"۔ (بحرالرائق صفحہ۱۴۰، ج ۲)

"مصر ہر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں مسلمانوں کا امیر یا قاضی ہو اور وہ اسلامی احکام کو نافذ اور حدودِ شرعیہ کو قائم کرتا ہو"۔

خلافت کا قیام فرض کفایہ ہے:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

’’واجب بالكفاية است بر مسلمين الى يوم القيامة نصب خليفة مستجمع شرائط‘‘۔ (ازالة الخفاء عن الخلافة الخلفاء، ص: ۳)

"قیامت تک مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ ایسے خلیفہ کا تقرر کریں جس کے اندر خلافت کی شرائط موجود ہوں"۔

فقہاء کرام کے نزدیک خلافت کا قیام ابتدائی طور پر فرض کفایہ ہے، لیکن اگر اس کو مقرر مدت (یعنی تین دن) میں ادا نہ کیا جائے تو فرض عین ہوجاتا ہے۔ جیسے جہاد اگر کچھ لوگ ادا کریں اور وہ اس کے لئے کفایت بھی کریں تو باقی مسلمانوں سے ساقط ہوجاتا ہے لیکن اگر کوئی بھی اس کو ادا نہ کرے تو تمام مسلمان گناہ گار ہوں گے۔

قاضی ابو یعلی فرماتے ہیں:

’’وہی فرض علی الکفایۃ‘‘ (الاحکام السلطانیۃ لابن ابی یعلی، ص: ۳)

"یہ (خلافت کا قیام) فرض کفایہ ہے"۔

امام الماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’فاذا ثبت وجوبہا ففرضہا علی الکفایۃ کالجہاد وطلب العلم‘‘ (الاحکام السلطانیۃ للماوردی، ص: ٦)

"جب امامت کا وجوب ثابت ہوچکا تو یہ فرض کفایہ ہے جہاد اور طلب علم کی طرح"۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تولی الامامۃ فرض کفایۃ‘‘۔ ﴿روضۃ الطالبین بحوالہ الامامۃ العظمٰی﴾

’’امامت کی ذمہ داری سنبھالنا فرض کفایہ ہے‘‘۔

علماء اصول کا یہ متفقہ قاعدہ کلیہ ہے کہ فرض کفایہ اگر مقررہ مدت میں ادا نہ کیا جائے تو وہ فرض عین ہوجاتا ہے۔ چونکہ خلافت کا قیام ابتداً فرض کفایہ ہے، لیکن اگر مقررہ مدت (یعنی تین دن) کے اندر کچھ لوگ (جو اس کے اہل ہیں) اسے ادا نہ کریں گے تو فرض عین ہوجائے گا۔ جیسے ابتداً جہاد فرض کفایہ ہے، لیکن اگر مقررہ مدت میں کچھ لوگ اسے ادانہ کریں تو فرض عین ہوجاتا ہے اور جب تک اسے ادا نہ کیا جائے تو سب لوگ گناہ گار ہوتے ہیں۔ اسی طرح نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے، لیکن مقررہ مدت میں کچھ لوگ اس کو ادا نہ کریں تو فرض عین ہوجاتا ہے اور تمام لوگ گناہ گار ہوتے ہیں۔

امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ولو فرض تعطیل فرض من فروض الکفایات لعم المائ ثم علی الکفایۃ علی اختلاف الرتب والدرجات.ثم ما یقضی علیہ بانہ من فروض الکفایات قدیتغین علی بعض الناس فی بعض الاوقات ‘‘۔

"اگر بالفرض فروض کفایہ میں سے کوئی بھی فرض کفایہ معطل ہوجائے تو تمام لوگ حسب مراتب

گناہ گار ہوں گے. فروض کفایہ بعض اوقات بعض لوگوں پر فرض عین ہوجاتے ہیں"۔

خلافتِ اسلامیہ کے انہدام کی وجہ سے پوری دنیا میں اسلامی قوانین معطل، نظامِ جہاد درہم برہم، مرکز کا فقدان، اسلامی دنیا چھوٹے چھوٹے ممالک میں منقسم، کافر قوتوں کا فکری، سیاسی، عسکری واقتصادی غلبہ اور بے بس ومجبور مسلمان دنیا کے ہر کونے میں ذلیل اور مغلوب ہوکر رہ گئے ہیں۔ کیا اب بھی امت مسلمہ پر خلافت کا قیام سب سے اہم اور بڑا فریضہ قرار نہیں پائے گا.؟؟

خلافت کا قیام دین کا اہم ترین رکن اور فریضہ ہے:

امام قرطبی رحمہ اللہ کے نزدیک تو خلافت کا قیام رکن دین میں سے ہے:

"انها رکن من ارکان الدین الذی به قوام المسلمین "۔ (الجامع لاحکام القرآن ، ج: ۱، ص: ۲۵۲)

"اور وہ (امامت) ارکان دین میں سے ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کے اجتماعی نظام کے قیام ہوتا ہے"۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اقامت خلافت کو فرائض دینیہ میں سے سب سے بڑا فریضہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یجب ان یعرف ان ولایة امر الناس من اعظم واجبات الدین بل لاقیام للدین ولا الدنیا الابها۔ (السیاسة الشرعیة، ص: ١٦١)

"یہ جان لینا واجب ہے کہ لوگوں کے (اجتماعی) معاملات کے لئے ولایت (خلافت) دین اسلام کے فرائض میں سے ایک بڑا فریضہ ہے بلکہ

دین و دنیا کا قیام اس کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے"۔
https://www.facebook.com/groups/ahwal.ummat